شاؔد عظیم آبادی

اردو میں غزل فارسی کے راستے سے آئی اور دکنی شعراء نے اسے دہلی تک پہنچایا۔ بہت تھوڑے عرصے میں اس نے سب سے مقبول صنف کا درجہ حاصل کرلیا۔ ایک لمبی مدت تک اردو شاعری کا مطلب غزل گوئی ہی سمجھا جاتا تھا۔ اردو غزل کے اسی زریں دور میں میرتقی میرؔ، خواجہ میر دردؔ، مرزا رفیع سوداؔ، شیخ ابراہیم ذوقؔ، مرزا اسداللہ خاں غالبؔ، حکیم مومن خاں مومنؔ، خواجہ حیدر بخش آتشؔ، انشاء اللہ خاں انشاؔ، غلام ہمدانی مصحفیؔ، اور داغؔ دہلوی وغیرہ نے اردو غزل کو ایک بلند مقام تک پہنچایا۔ خاص طور پر میرؔ، غالبؔ، دردؔ، آتشؔ اور مومنؔ نے غزل کا رتبہ بہت اونچا کیا۔ ان کے بعد سے غزل میں ایک ٹھہراؤ سا آ گیا۔ نظم نگاری کا رجحان بڑھا اور غزل کے میدان میں ایسے لوگ نہ رہے جو اپنے اشعار سے لوگوں کو چونکاتے، متاثر کرتے اور غزل کی طرف مائل کرتے۔ ایسے دور میں جس شاعر نے غزل کے دورِ جدید کا آغاز کیا وہ ہیں سید علی محمد شاؔد عظیم آبادی۔

شاؔد 1846ء میں اپنے والد سید عباس مرزا کے گھر پٹنہ سیٹی میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت پٹنہ میں ہی ہوئی۔ عربی، فارسی کے علاوہ علم دین بھی اچھے استادوں سے حاصل کیا۔ وہ بے حد ذہین تھے۔ طبیعت شاعرانہ تھی۔ 13 برس کی عمر سے شعر کہنے لگے۔ شاعری میں ان کے استاد الفت حسین فریاؔد تھے۔ شاؔد کی مقبولیت ان کے زمانے میں ہی بہت ہو چکی تھی۔ شاگرد بھی بڑی تعداد میں تھے۔ حکومت سے 'خان بہادر' کا خطاب بھی حاصل ہوا۔ بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہونے کے باوجود انہوں نے مرثیہ، رباعی، مثنوی وغیرہ میں بڑی کامیاب شاعری کی۔ ان کا ایک ناول 'صورۃ الخیال' عرف 'ولایتی کی آپ بیتی' بھی شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ شاؔد کا کلیات پروفیسر کلیم الدین احمد نے تین جلدوں میں ترتیب دیا۔ اس سے قبل 'نغمۂ بہار' اور 'میخانۂ الہام' کے نام سے ان کی شاعری کے مجموعے سامنے آ چکے تھے۔ شاؔد کا انتقال 1927ء میں پٹنہ میں ہوا۔

شاؔد جس زمانے میں شاعری کر رہے تھے وہ دہلی کے زوال کا دور تھا۔ دہلی کے بڑے بڑے شاعر دوسری جگہوں کو جا رہے تھے۔ اس زمانے میں لکھنؤ شعرا اور اردو شاعری کا مرکز بنتا جا رہا تھا۔ اس طرح دہلی اور لکھنؤ کے درمیان ایک مقابلہ اور رسّہ کشی جاری تھی۔ دونوں جگہوں کے شعراء اپنی برتری ثابت کرنا چاہتے تھے۔ عام طور پر 'داخلیت' دہلی کی اور 'خارجیت' لکھنؤ کی پہچان بن چکی تھی۔ ایسے دور میں شاؔد عظیم آبادی نے دونوں کے بیچ کی ایک راہ بنائی جس نے اعتدال، توازن اور میانہ روی کا نمونہ پیش کیا۔ دبستانِ دہلی اور دبستانِ لکھنؤ دونوں سے جڑے ہوئے شعراء اس رنگ سے متاثر ہوئے اور شاعری خاص طور سے غزل گوئی کو اس سے بہت فائدہ ہوا۔ زیادہ تر اچھے اور مشہور غزل گو شعراء نے اس انداز کو اپنایا اور غزل کے گرتے ہوئے معیار کو بلند کیا۔ یہی وجہ ہے کہ شاؔد کے ایسے اشعار اس زمانے میں سب کی زبان پر تھے۔

ہوں اس کوچے کے ہر ذرّے سے آگاہ * ادھر سے مدتوں آیا گیا ہوں
لحد میں کیوں نہ جاؤں منھ چھپائے * بھری محفل سے اٹھوایا گیا ہوں

یہی سلاست اور سادگی تھی جس نے سب کو متاثر کیا اور وہ شعراء جو عام طور پر پیچیدہ اور گنجلک شاعری کو ہی کمال سمجھتے تھے، اپنی اصلاح کرنے پر مجبور ہوئے۔ عام فہم الفاظ اور سیدھے سادے لہجے میں بڑی سے بڑی بات کہہ جانا شاؔد کی خصوصیت ہے۔ وہ نہ الفاظ کی گھن گرج کا سہارا لیتے ہیں نہ منطقی باریکیاں پیدا کرتے ہیں لیکن ان کی بات سیدھے دل میں اتر جاتی ہے۔ یہی ان کے لہجے کی انفرادیت بھی ہے۔ مثال کے طور پر یہ شعر:

خیالِ وصل کو اب آرزو جھولے جھلاتی ہے * قریب آنا دلِ مایوس کے پھر دور ہو جانا

شاؔد عظیم آبادی کی یہی خوبی ان کے لہجے کو ایک صوفیانہ رنگ دے دیتی ہے۔ جس نے کلام کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

دیکھتا تھا جس طرف اپنا ہی جلوہ تھا عیاں * میں نہ تھا وحشی کوئی اس آئینہ خانے میں تھا

دیر تک میں ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھا کیا * چہرۂ ساقی نمایاں صاف پیمانے میں تھا

میں حیرت وحسرت کا مارا خاموش کھڑا ہوں ساحل پر * دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم

اسی نرم اور میٹھے لہجے میں شاؔد نے اپنی پہچان بنائی۔ اس لہجے میں لطافت اور شیرینی کے ساتھ ساتھ فکر کی بلندی اور اثر انگیزی بھی بے پناہ تھی۔ اسی لہجے میں انہوں نے بغیر شور و ہنگامے کے ایسے اشعار کہے ہیں جنہیں ہم انقلابی اشعار کہہ سکتے ہے مثلاً:

یہ بزمِ مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی * جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

شاؔد کو مطلعوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ غزل کے پہلے ہی شعر سے وہ ذہن پر چھا جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

اب بھی اک عمر پہ جینے کا نہ انداز آیا * زندگی چھوڑ دے پیچھا مرا میں باز آیا

تمنّاؤں میں الجھایا گیا ہوں * کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

ستم ہے آدمی کے واسطے مجبور ہو جانا * زمیں کا سخت ہو جانا، فلک کا دور ہو جانا

انہی خوبیوں کی وجہ سے شاؔد عظیم آبادی کی غزل گوئی کا جائزہ لیتے ہوئے کلیم الدین احمد جیسے ناقد نے بھی لکھا ہے کہ اردو غزل کی تثلیث میرؔ، غالبؔ اور شاؔد ہیں۔

****